نوائے سروش

مجموعۂ تحاریر: میں خدا کو کیوں نہیں مانتا

مصنف: غالب کمال

https://www.facebook.com/nawa003/timeline

میں خدا کو کیوں نہیں مانتا (حصہ اول)

کائنات خود بخود کیوں نہیں بن سکتی؟

خدا کو کائنات کے خالق کے طور پر پیش کرنا ہی خدا کے حق میں مضبوط ترین ثبوت مانا جاتا ہے، خدا کے کائنات کے خالق ہونے کے دو دلائل ہیں، یہ کہنا کہ ''خدا نے ابتدا میں آسمان اور زمین کی تخلیق کی''، مطلب کبھی کائنات کی تخلیق ہوئی تھی یعنی خدا اس تخلیق سے پہلے موجود تھا اور اسی نے ہماری کائنات بنائی تھی؟ اس دلیل کے مطابق انتہائی قدیم وقت میں کبھی کائنات خدا سے وجود میں آئی، قدیم ترین ماضی میں ایک وقت کچھ بھی نہیں تھا اور کائنات کی وجود کی پہلی وجہ موجود تھی، ایک ایسی وجہ جو کسی بھی دوسری وجہ سے بے نیاز ہے، ایک ایسی وجہ جسکے باعث کائنات شروع ہوئی۔

اب جتنی بھی چیزیں وجود رکھتی ہیں، وہ کسی اور چیز یا وجہ کے باعث وجود میں آتی ہیں، اور جس وجہ سے یہ وجود رکھتی ہیں وہ وجہ کسی اور وجہ کا ثمر ہے۔ اس بات سے دو نتائج نکلتے ہیں 1 یا تو وجوہات کا ایک نا ختم ہونے والا لامحدود سلسلہ 2 یا پھر وجہ اول جو کہ کائنات میں ہر ایک چیز کے وجود کی وجہ ہے، ایک ایسی وجہ جو کسی بھی گزشتہ وجہ کے اثر سے بے نیاز ہے۔ اس دلیل کے مطابق، لامحدود وجوہات کا تسلسل ناممکن ہے۔ پہلی وجہ کے بغیر دوسری وجہ نہیں ہو سکتی، اور دوسری وجہ کے بغیر تیسری نہیں ہو سکتی، اس طرح یکے بعد دیگرے وجوہات کا ایک لامحدود سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اب جیسا کہ کائنات اور اسکے باسی وجود رکھتے ہیں تو ہم لامحدود وجوہات کے سلسلے کو مسترد کر سکتے ہیں اور یہ مان سکتے ہیں کہ کوئی پہلی وجہ ضرور تھی۔ ایک ایسی وجہ جسکو خدا پرست خدا کا نام دیتے ہیں۔

خدا پرستوں کی یہ دلیل دو مفروضوں پر مبنی ہے، اول کائنات کسی وجہ کے بغیر کیسے بنی؟ دوئم کہ ہم کائنات کے اندر رہتے ہوئے کائنات کی تخلیق کو مکمل طور پر بیان نہیں کر سکتے، اس لیئے کائنات کے وجود کی وجہ کائنات سے بالاتر ہے، اور یہ وجہ (خدا) کسی بھی وجہ اور اسکے اثر سے بالاتر ہے۔ اب جیسا کہ کائنات اپنے وجود کی وجہ خود نہیں دے سکتی کائنات کی بنیادی حقیقتیں جاننے کے لیئے کائنات سے بالاتر ہوتے ہوئے کسی خدا پر انحصار کرنا پڑے گا۔ اگر دہریے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں؟ تو وہ کائنات کے وجود کی کیا وجہ پیش کریں گے؟ اب کائنات خود بخود تو بننے سے رہی۔ اس سے پہلے کہ ہم وجود کے اچنبے کو سلجھائیں، اس دعوے کو قریب سے دیکھتے ہیں۔

اگر یہ دعوی درست ہے، تو وجہ اول کی دلیل صرف یہ بیان کرتی ہے کہ کائنات کے بننے یا کائنات سے پہلے وجود رکھنے والے خدا کی ایک عجیب وغریب پہلی وجہ ضرور تھی۔اس مفروضے سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پہلی وجہ یا خدا آج بھی وجود رکھتا ہے یا نہیں۔ مطلب اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آسکتی اور اسکو بنانے کے لیئے خدا یا کسی اور ابتدائی وجہ کی ضرورت ہے تو اس سے قطعاًیہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ پہلی وجہ آج بھی موجود ہے یا خدا جس نے کائنات بنائی آج بھی زندہ ہے،اور پھر جس چیز یا شخص نے کائنات بنائی وہ عقل کل رکھتا تھا یا نہیں،اور اگر رکھتا تھا تو آج بھی رکھتا ہے یا نہیں؟اور اگر وجہ اول بے عقل تھی تو اسکا خدا پرستوں کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اگر ہم پہلی بے وجہ وجود میں آنے والی وجہ کو مان بھی لیں تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا میں کچھ ایسا تھا جسکی خود کوئی وجہ نہیں تھی۔اور جب یہ مان سکتے ہیں کہ کوئی چیز بغیر کسی وجہ کے پیدا ہو سکتی ہے تو یہ کیوں نہیں مان سکتے کہ مادہ یا قوت بھی بغیر کسی وجہ کے وجود میں آسکتے ہیں۔اب خدا کے ماننے والے کہیں گے کہ صرف پہلی وجہ ہی نہیں بلکہ یہ پہلی وجہ قدرتی کائنات سے بالا تر ہے یعنی اس کائنات کا حصہ ہی نہیں ہے۔

اب س دوعوی کے مطابق کائنات خود اپنے ہونے کی وجہ بیان نہیں کر سکتی،مافوق الفطرف وجہ اول ہی ہمیں کائنات کے وجود کی دلیل دے سکتی ہے اور یہی باقی سب چیزوں کے وجود کو بیان کر سکتی ہے۔

اگر خدا کائنات کو وجود میں لانے والا ہے تو،وہ کائنات کو ناموجود سے وجود میں کیسے لایا؟ یہ کہنا کہ خدا کائنات کا خالق ہے، جبکہ ہم خدا کی فطرت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ بھی نہیں جانتے اور کس طرح سے اسنے کائنات بنائی؟اب اگر خدا کائنات کا خالق ہے،تو ہمارے پاس خدا کی حیت کے بارے میں کچھ علم تو ہونا چاہیے، کہ وہ کس طرح سے ناموجود میں مادہ پیدا کر سکتا تھا؟اب اگر خدا وجہ ہے تو اس وجہ کے بارے میں ہم صرف قیاس آرائیوں کی بنیاد پر ہی کیوں یقین رکھتے ہیں۔ بات تو ایسی ہے کہ ''انجانے شخص نے انجانے طریقے سے کائنات کو وجود میں لایا''۔یہ سوال ہمارے وجود کے بارے میں تجسس کو کم کرنے کے بجائے مزید بڑھاتا ہے۔خدا کو ماننے والا یہ کہتا ہے کہ انسان کبھی بھی کائنات کے وجود کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا۔خدا کو ماننے والے کائنات کے وجود کی ایک ایسی وجہ پر یقین رکھتے ہیں جسکی کبھی بھی تشریح نہیں ہو سکتی۔اگر ایک مافوق الفطرت خدا وجود رکھتا بھی ہے تو موجود اور ناموجود کا سوال جوں کا توں رہے گا۔بحر حال اسنے کائنات کو کو ناموجود سے وجود میں کیسے لایا؟اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ خدا ہماری سوچ سے بالاتر ہے تو پھر یہ اندھی تقلید کی دعوت ہے۔خدا پر ایمان رکھنے والا اپنے ہی سوال میں پھس کر رہ جاتا ہے اور اسکو ایک ایسی کائنات میں ہی رہنا پڑے گا جسکو وہ کبھی بھی نہیں سمجھ سکتا۔اب سوچیں کیا پہلی وجہ والی دلیل درست ہے یا غلط؟ کیا کائنات کو وجود رکھنے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت ہے؟

گر کائنات کی وجہ خدا کو مان لیا جائے تو ایک اور سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے، کیونکہ اس دلیل کا پہلا حصہ کہتا ہے کہ ہر چیز کی کوئی وجہ ہونی چاہیے،اور اس بات سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہ وجہ خدا ہے۔تو خدا اس اصول سے بالاتر کیسے ہو گیا؟''اب اس لئے خدا کائنات کا خالق ہے کیونکہ کوئی چیز بھی خود بخود نہیں بن سکتی''یہ دلیل خود ہی اپنی نفی کرتی ہے۔مگر بہت سے لوگ جب اس دلیل کو استعمال کرتے ہوئے خدا تک پہنچ جاتے ہیں تو اسی دلیل کے مفروضے کو بھول جاتے ہیں۔اگر دلیل خود اپنے ہی مفروضے کی نفی کرے تو پھر دلیل ہی غلط ہوتی ہے۔اب بہت سے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ کائنات کے وجود میں آنے کی وجہ اول (خدا) ہمیشہ سے موجود تھی، تو پھر یہ ماننے میں کیا قباحت ہے کے کائنات اور اسکے اجزا ہمیشہ سے ہی وجود رکھتے تھے۔اب جس چیز کو ہم نہیں جانتے اسکو اس چیز کی بنا پر بیان کیا جاتا ہے جسکو ہم جانتے ہیں،نہ کہ جسے ہم جانتے ہیں (کائنات) اسکو انجانے (خدا) کی بنیاد پر بیان کیا جائے۔

جب ہم کسی چیز یا واقعہ کی وجہ کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو یہ پوچھتے ہیں کہ اس سے پہلے کیا ہوا تھا کن حالات اور کس وجہ سے یہ ہوا تھا،اب کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اور جو بھی چیزیں ہیں وہ اپنے سے پہلے کی چیزوں کی بنیاد پر بیان کی جاسکتی ہیں،اور ہر ایک چیز کی ایک وجہ ہوتی ہے۔ جتنی بھی چیزیں وجود رکھتی ہیں وہ اپنے سے پہلے عملوں یا وجوہات کا ہی نتیجہ ہوتی ہیں۔ہر چیز کی وجہ اس سے پہلے موجود ہوتی ہے۔اب کائنات میں ہر چیز کی وجہ مانگنا ایک تضاد پیدا کر دیتا ہے۔کیونکہ اگر وجہ موجود ہے تو اسکا اثر بھی ہوگا،اگر وجہ موجود ہی نہیں تو اس کا اثر بھی کبھی سامنے نہیں آسکتا اور ناموجود کبھی بھی موجود نہیں بن سکتا۔کیونکہ وجہ وجود سے پہلے آتی ہے،اسلئے خدا کے بجائے وجود ہی پہلی وجہ ہے۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز کی کوئی وجہ ہوتی ہے یہ دلیل صرف اس بات

پر زور دیتی ہی کہ کئانت کیسے وجود میں آئی؟اور یہ ایک فضول سوال ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے کہ کوئی (خدا) کسی چیز (کائنات) کی وجہ بنےاسے وجود میں آنا ہوتا ہے۔اور وجود میں آنے کے لئیے اسکو (خدا) کو کسی کائنات (نظام بالا جو ہماری کائنات سے بے نیاز ہے) کا حصہ بننا پڑتا ہے۔

سائنس میں وجود کو اس بات سے بیان کیا جاتا ہے'' مادہ یا قوت کبھی بھی بنائے یا مٹائے نہیں جا سکتے، یہ صرف حالتیں بدلتے رہتے ہیں'' اب مادی کائنات کی اپنی کوئی وجہ نہیں ہے، ہاں مادے اور قوت کی حالت بدلنے کی وجوہات ہو سکتی ہیں۔اب کائنات کو اس سے بالا تر قوانین کی مد میں بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک پرندے کی اڑان کو آب و ہوا کے بغیر بیان کرنا۔ کیونکہ پرندہ آب و ہوا کے بغیر نہیں اڑ سکتا اور کائنات مادے کے بغیر نہیں وجود رکھ سکتی۔ خدا پرستوں کے لئیے یہ کہ کائنات ہمیشہ سے موجود تھی اور ہمیشہ ہی موجود رہے گی اس کی نسبت آسان ہے کہ مان لیا جائے خدا ہی نے سب کچھ تخلیق کیا ہے۔ یہ بات انتہائی مذحقہ خیز ہے کہ لوگ ہمیشہ سے وجود رکھنے والے خدا کو تو مان لیتے ہیں مگر مادہ یا قوت کی ازلی نوعیت انکو انتہائی معیوب محسوس ہوتی ہے۔جب تک خدا پر ایمان رکھنے والے ہر چیز کی وجہ مانگتے رہیں گے تب تک انکا دعوی غلط ہی رہے گا۔اور اپنی دلیل میں پائے جانے والے تضاد کو نظر انداز ہی کرتے رہیں گے۔

کائنات کی وجہ اول اور ہر چیز بشمول خدا کی وجہ اول ترین دو الگ الگ باتیں ہیں۔ کائنات کی پہلی وجہ وہ ہے جسنے کائنات کے وجود میں مدد کی مگر یہی اول ترین وجہ ہو یہ ضروری نہیں۔اب اس وجہ اول ترین کی ضرورت صرف کائنات کے وجود کی وجہ کو بیان کرنے کے لئیے پیش آتی ہے۔اور اسکا وجود لا محدود اور ابدی مانا جاتا ہے۔اب قدیم وقت میں وجہ اول کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور وجوہات ماضی میں قدامت کی طرف بڑھنے لگتی ہیں۔اب اگر ہم یہ مان لیں کہ مادہ اور قوت ہمیشہ ہی سے موجود تھے تو ہمیں کسی وجہ اول ترین کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مگر خدا پرست یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلی تبدیلی کس وجہ سے ہوئی، پھر دوسری، پھر تیسری سے لے کر اب تک کی تمام تبدیلیاں۔ مگر جیسا کہ تبدیلیلں اب تک رونما ہو رہی ہیں، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی تو پہلی تبدیلی ہو گی واضع رہے تبدیلیاں کوئی شعور اور عقل نہیں رکھتیں۔ یہ بات جزوی طور پر درست ہے، پہلی وجہ کے بغیر دوسری، اور تیسری وجوہات نہیں ہو سکتیں۔اسی طور پر ہم بتا سکتے ہیں کہ کونسی وجہ دسویں وجہ ہے اور کونسی ہزارویں۔اب بات ایسی ہے کہ اس وجہ اول والی دلیل کو بغیر کسی ثبوت کے رد کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وجوہات ماضی میں لا محدود ہیں۔اور انکو ہند سے نہیں لگائے جا سکتے۔ مگر وجہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری کائنات کے بارے میں حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ محدود ہے اور اگر کائنات لا محدود یا ہمیشہ سے وجود رکھنے والی ہو تو کسی خدا کسی وجہ اول یا وجہ اول ترین کی ضرورت نہیں رہتی۔ سائنسی حلقوں میں تو بگ بینگ کو بھی کائنات کا شروع نہیں مانا جاتا بلکہ اسکو ایک تسلسل کے ٹوٹنے کا ثبوت مانا جاتا ہے جس سے پچھلے تمام شواہد ناپید ہو گئے۔

اب اگر مادہ اور قوت ہی کو لا محدود مان لیا جائے تو تو کسی پہلی وجہ کی ضرورت نہیں رہتی، یہ دلیل متضاد، اور بے مقصد لگتی ہے۔اور منطقی خدا پرستوں کو خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئیے اس دلیل کے بجائے کسی اور جانب دیکھنا ہو گا۔

Derived from Atheism – A Case Against God by George Hamilton Smith

میں خدا کو کیوں نہین مانتا (حصہ دوئم)

تقدیر، برائی، قادر مطلق، عالم کل اور نیک خدا کا اچنبھا؟

سقراط (Socrates) نے ایک ایسا فلسفہ پیش کیا تھا جو ایک اٹل حقیقت کی حیثیت رکھتا ہے، اس فلسفے کے مطابق ہر معلول (Effect) کی کوئی علت (Cause) ہوتی ہے، یعنی انسان اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کرتا ہے اسکے ہر ایک فعل کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے، پیدائش کی وجہ انسانی اخلاط (Coitus) ہے جبکہ موت کی وجہ بیماری یا پھر حادثہ۔ پیدائش بغیر اس سے جڑی ہوئی وجوہات کے نہیں ہوسکتی اور نہ ہی بے وجہ موت ہوسکتی ہے۔ اب چاہے باغیچے میں اگنے والے پھولوں کی پیدائش کے پیچھے پریوں کا ہاتھ مانیں یا موت کو ملک الموت (عزرائیل فرشتے) کی ظرب کاری کا اثر، علت و معلول کے اس چکر سے نکلنا ناممکن ہے حتیٰ کہ مذہبی حلقوں میں اسی کو خدا کی موجودگی کو ثابت کرنے کے لئیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے کے پچھلے مضمون میں میں علت و معلول کے تسلسل پر جزوی طور پر روشنی ڈال چکا ہوں۔

ملا اور پادری بارہا کہتے رہتے ہیں کہ تقدیر خدا کے ہاتھ میں ہے، پیدائش اور موت کا وقت متعین ہے آزمائشیں اور پریشانیاں خدا کی طرف سے آتی ہیں خدا قادر مطلق (Omnipotent) اور عالم کل (Omniscient) ہے۔ انسان گناہ کرتا ہے مگر ہر گناہ انسان کا انفرادی فعل ہے اور اسکے گناہ میں خدائے نیک (Good God) کا کوئی ہاتھ نہیں، خدا کسی سے بدی نہیں کرواتا نہ ہی خود بدی کر سکتا ہے بلکہ ہر انسان اپنی خواہشات سے مجبور ہو کر گناہ کرتا ہے۔

ایک تمثیل پیش خدمت ہے جس سے ملتے جلتے واقعات ہم بارہا زندگی میں دیکھتے رہتے ہیں:

"کنول کی شادی گلاب سے ہوئی، گلاب نشے کا عادی تھا، کمائی کرنے کے بجائے سارا دن نشے میں دھت رہتا، کام کاج اور محنت مزدوری سے اسکا دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا، کنول کے ماں باپ

اسکے گھر کا خرچہ چلاتے رہے، آخر کار اسکے ماں اور باپ مر گئے، اب کنول کی گود میں گلاب کے چار ننھے ننھے بچے تھے، وہ اپنے نکمے شوہر سے تنگ آ کر خود محنت مزدوری کر کے اپنے بچے پالنے لگی، اسکی بڑی بیٹی سنوبر ایک موذی مرض میں مبتلا ہو گئی، کنول کے پاس اسکے علاج کے لئے پیسے نہیں تھے، بیٹی کی بیماری اور لاچاری سے تنگ آ کر اس نے بچوں سمیت خود کشی کا سوچا مگر پھر خود کشی کو گناہ جان کر حالات کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ جس کے ہاں کام کرتی تھی اس سے سنوبر کے علاج کے لیئے ادھار مانگا، پیسے مل گئے مگر کنول کو اپنا جسم بیچنا پڑا، اب اسکے پیٹ میں ایک ایسی زندگی پلنے لگی جو اسکے شوہر سے منسوب نہ تھی، کنول نے ایک بیٹی چنبیلی کو جنم دیا چند برس بعد اسکے شوہر کو اس بچی کے ناجائز ہونے کے بارے میں معلوم ہو گیا، اسنے کنول کی بد چلنی پر طیش میں آ کر کنول اور اسکے بچوں کو قتل کر دیا۔ اور اس قتل کے جرم میں خود پھانسی چڑھ گیا''

تصورِ تقدیر کہتا ہے کہ تقدیر خدا کی لکھی ہوئی ہے، اس بارے میں مختلف مذاھب کے مختلف تصوراتِ تقدیر ہیں، مگر ایک چیز پر سب متفق ہیں کہ پیدائش اور موت کا وقت خدا کی طرف سے متعین ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ کنول کی شادی ایک ایسے شخص سے کیوں ہوئی جو نشے کا عادی تھا، کیا یہ کنول کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا؟

قادر مطلق(Omnipotent) خدا کا مطلب ہے جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہو یعنی کہ کائنات میں ایک پتہ بھی اسکی مرضی کے بغیر نہیں ہل سکتا، یقیناً کنول اور گلاب کی شادی بھی اسکی مرضی کے مطابق ہی ہوئی، اور اگر اسکی مرضی کے برخلاف ہوئی تو خدا قادر مطلق کہلوانے کا حقدار نہیں ہے۔ اور اگر وہ قادر مطلق اور عالم کل ہے تو یہ شادی عین اسکی مرضی کے مطابق ہوئی۔ یعنی خدا نے جان بوجھ کو کنول کو ایک نشے باز شوہر کے پلے ڈال دیا۔

مذھبی سوچ کے مطابق ہم اس شادی کو خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی آزمائش کہہ سکتے ہیں۔ مگر اصل مسائل اس سے آگے شروع ہوتے ہیں، اب کنول کی بیٹی سنوبر کی بیماری؟ مذھب کے مطابق بیماری اور صحت بھی خدا کے ہاتھ میں ہے، ہم سب نے سنا ہے کہ ''تندرستی ہزار تعمت ہے''۔ اب جب بیماری آئی تو یقیناً قادر مطلق خدا کی مرضی سے آئی، مگر کیا خدا اس بیماری کے محرکات سے بھی واقف تھا؟ یعنی اس بیماری سے جڑی ہوئی تمام مجبوریوں سے؟ کیا وہ جانتا تھا کہ کنول کی زندگی میں اس سے کیا طوفان برپا ہو گا؟ عالم کل خدا پر یقین رکھنے والے ایک مذھبی شخص کا جواب یہاں پر 'ہاں' ہی میں ہونا چاہیے کیونکہ اگر یہاں پر جواب 'نا' ہے تو پھر اسکا خدا عالم کل اور قادر مطلق نہیں ہے۔

کسی عام صورتحال میں مذھبی شخص کہے گا عالمِ کل خدا ماضی حال و مستقبل تینوں سے واقف ہے'۔ مگر منطق(Logic) سے معمولی واقفیت رکھنے والا کوئی بھی انسان اس کے جواب میں یہی پوچھے گا، سب جانتے بوجھتے بھی اگر وہ انسان کو اندھے کنوئیں میں گرنے دے تو انسان بے بس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟ کیا مجبوری پیدا کر کے خدا نے جان بوجھ کر کنول کو گناہ میں نہیں ڈالا؟

خدا نے خود ہی تو جسم فروشی سے باز رہنے کا حکم دیا ہے، اور اس جرم کی کڑی سزا بھی اسی کی طرف سے رکھی گئی ہے، اور ہمیشہ مجبوری اور لاچاری کے باعث وجوہات بھی خدا ہی کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں۔

مزید دیکھتے ہیں کہ کنول کا زنا مجبوری سے یا پھر خوشی سے سرزد ہوا؟ اگر مجبوری سے سرزد ہوا تو اس مجبوری کی وجہ سنوبر کی بیماری بنی اور یہ بیماری خدا کی طرف سے آئی، یعنی کنول کے گناہ کی وجہ اول(First Cause) خدا بن گیا، اب اس گناہ کے نتیجے میں ایک زندگی کا جنم ہوا۔ جسکے باعث چنبیلی کی تقدیر کا مسلئہ منہ پھاڑ کر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے، اس بچی کی پیدائش کی وجہ دو لوگوں کا گناہ (ناجائز اخلاط) بنا اور پھر اسکی موت کی وجہ بھی قتل یعنی گلاب کا گناہ، اب ان دو گناہوں کے درمیان میں پھنسی ہوئی اس جان چنبیلی کی تقدیر بھی عالم کل اور قادر مطلق خدا ہی نے لکھی۔

مذھبی لوگ بڑے یقین سے کہہ دیتے ہیں کہ خدا بے حد نیک(Infinitely Good) ہے اور کسی سے گناہ نہیں کرواتا، چلیں چنبیلی کا قتل گلاب کا ہی گناہ تصور کر لیتے ہیں مگر چنبیلی کی تقدیر تو خدا نے ہی لکھی؟ فلسفہ تقدیر کے مطابق بالکل لکھی کیونکہ تقدیر لکھنے کے کسی دوسرے دعویدار کے بارے میں ہم نہیں جانتے تو ضرور خدا ہی نے لکھی، اور ہر انسان کی تقدیر ضرور ہوتی ہے جسکے مطابق چنبیلی کی پیدائیش اور موت کا وقت بھی خدا نے لکھا، مگر چنبیلی کی موت تو گلاب کے ہاتھوں ہوئی یعنی وہ موت کے اس متعین وقت پر ایک کٹھپتلی کا کردار ادا کر رہا تھا؟ یہاں سے اخذ ہوتا ہے

کہ تمام نہیں تو کچھ گناہ خدا کی طرف سے تقدیر میں ہی لکھ دیئے جاتے ہیں جیسا کہ گلاب کی تقدیر میں چنبیلی کا قتل کیونکہ چنبیلی نے بحر حال اسوقت مرنا تو تھاہی۔ یا پھر اسکے بر عکس کہہ سکتے ہیں کہ موت کا وقت متعین نہیں ہے اور وہ خدا کی طرف سے نہیں آتی اور موت خدائی اختیار سے بالا طر ہے، مزید یہ کہ اگر موت خدا کے ہاتھ میں ہے تو خدا نے ہی چنبیلی کی تقدیر میں گلاب کے ہاتھوں قتل ہونا لکھا تھا، اگر صورتحال دوئم حقیقی ہے تو خدائی رقم شدہ تقدیر کے مطابق چنبیلی کی موت اسی طرح آنی تھی۔

اس قتل کی علت کی طرف آجاتے ہیں اگر کنول زنا نہ کرتی تو چنبیلی پیدا بھی نہ ہوتی، یعنی اسکی پیدائش ہونی تھی اسلیئے کنول نے زنا کیا اور چنبیلی خدا کی مرضی سے پیدا ہوئی یعنی چنبیلی کی قابل رحم زندگی کی وجہ اول بھی خدا ہی بن گیا، اب بہت سے سوالات ہیں کیا خدا نے سنوبر کو اس لئے بیمار کیا، کہ اسکی ماں سے ایک ناجائز اولاد پیدا ہو؟ یا گلاب نے اس لئے قتل کیا کہ اس ناجائز بچی کی موت آئی ہوئی تھی؟ کیا کنول نے زنا کر کے اپنی ہی موت کا سبب پیدا کیا؟ یا پھر گلاب نے قتل کر کے اپنی موت کا سامان پیدا کیا؟ کیا کنول کے والدین نے ایک نشے باز شخص سے اسکی شادی کر کے اسکی موت کا سبب پیدا کیا؟ کیونکہ نہ وہ یہ ناجائز بچی پیدا کرتی نہ اپنے خاوند کے ہاتھوں قتل ہوتی؟ نہ اسکا خاوند نشے باز ہوتا نہ کنول مجبور ہوتی نہ گلاب قاتل بنتا؟ نہ گلاب کو کوئی نشے پر لگاتا نہ وہ ان مسائل کا شکار ہوتا؟ نہ خدا نشہ ور پودے پیدا کرتا نہ لوگ ان سے نشہ آور اشیاء بناتے؟ اس صورتحال کو جس بھی سمت میں لے جائیں علت کا تسلسل چلتے چلتے خدا تک جا پہنچتا ہے اور خدا ہی برائی، ظلم اور مجبوری کی وجہ اول بن کر بار بار سر اٹھاتا نظر آتا ہے۔ خدا کا عالم کل ہونے کا دعویٰ اسکی پیدا کی ہوئی اجناس سے برائی کے تمام امکانات سے واقف ہونے کے باوجود ان کو پیدا کرنے کے باعث ان کی وجہ سے ہونے والی ہر برائی میں اسکو برابر کا شریک ٹھہراتی ہے۔ اب خدا عالم کل، قادر مطلق اور انتہائی نیک تینوں صفات بیک وقت نہیں رکھ سکتا۔ اسے کسی نہ کسی ایک چیز سے انکار کرنا ہوگا ورنہ خدائی کا احرام ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔

کہتے ہیں مجبوری ہی اصل گناہ ہے، کنول اگر مجبور نہ ہوتی تو شائد یہ سارے مسائل پیدا نہ ہوتے۔ طاقت اور اختیار بھی خدا کی طرف سے ہی دیا جاتا ہے، اب مجبوری اختیار کا متضاد ہے اور کمزوری طاقت کا مطلب مجبوری اور کمزوری بھی خدا کی طرف سے ہوئی، اور مجبوری گناہ کی وجہ بنی۔ مذھبی لوگ ان سب سوالات سے آنکھ چراتے ہیں۔ اصل میں دنیا میں برائی کا ہونا ہی خدا کی نفی کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ ہر چیز پر قادر ہے تو برائی بھی اسکی مرضی کے بر خلاف نہیں ہو سکتی، اور اگر ہو سکتی ہے تو وہ ہر چیز پر قادر نہیں ہے، اور اگر مجبوری اسکی طرف سے آتی ہے جو بعد میں گناہ کا باعث بنتی ہے تو خدا برگزیدہ کے بجائے شیطان کے لقب کا زیادہ حقدار ٹھہرا، اگر ایسا نہیں ہے تو وہ قادرِ مطلق نہیں ہے اور جو قادرِ مطلق نہ ہو اس سے دعا مانگنے کا کوئی فاعدہ نہیں۔

برائی، تقدیر اور نیک، قادر مطلق اور عالم کل خدا کا تعلق ایک ایسا اچنبھا ہے جسکو صرف ایک ہی صورت میں سلجھایا جا سکتا ہے خدا بیک وقت ان تمام خصوصیات کا حامل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب خصوصیات ایک دوسری کی نفی کرتی ہیں، یا تو یہ مان لیا جائے کہ خدا نیک نہیں ہے بلکہ وہ برائی بھی کرتا ہے، اگر ایسا ہے تو اسکو منصف بننے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ اس نے خود ہی انسان کی فطرت بنائی ہے کہ وہ گناہ کرے۔ بحر حال فرعون، ابو جہل، یہودہ اسکریوتی اور ہٹلر اسے نے پیدا کئے اور انکی تقدیر بھی خود ہی لکھی کیونکہ کوئی انسان تقدیر کے بغیر پیدا نہیں ہوتا، مزید براں انکو ظلم کا اختیار بھی دیا، یعنی ان دجالوں کا شکار انسان کی کسمپرسی اور بے بسی کا سامان خدا نے خود ہی پیدا کیا۔ اس صورت میں یہ مان لیا جائے جو ہو رہا ہے وہ سب خدا کے لئیے صرف ایک کھیل ہے

بازیچہ اطفال ہے دنیا میرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے

بصورت دیگ مذھب کے بتائے ہوئے خدا کا کوئی وجود نہیں ہے، کیونکہ جیسے ہی ہم یہ مان لیتے ہیں کہ ایسا خدا وجود نہیں رکھتا تو ان سوالات کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، اب انسان کے مسائل اور انکے حل کے لئیے کسی مافوق الفطرت خدا کی طرف دیکھنے کے بجائے انسان اپنے مسائل خود حل کرنے لگتا ہے، قدرت اور اسکے قوانین ظالم ہیں، قال، طوفان زلزلے قدرتی قوت کا مظہر ہیں، اور وقت اور حالات کسی بھی وقت کسی بھی طرف کروٹ بدل سکتے ہیں اور انکے باعث انسان نامسائب حالات کا شکار ہو سکتا ہے اس کا فائدہ کیا ہے؟ اسکا فائدہ یہ ہے کہ انسان کم از کم ایک مافوق الفطرت خدا کو منصف نا ٹھہرا کر گناہ اور برگزیدگی کے بہت سے فیصلے بہتر طور پر کر سکے گا، دنیاوی زندگی کا ملبہ تصوراتی حیات بعد المرگ پر ڈالنے کے بجائے دنیا ہی میں انصاف اور انسانیت کے معیار کو بلند کر سکتا ہے۔ فرعون اور ہٹلر کو سزا ملنا معاشرے کی ضرورت ہے مگر بہت سے ذاتی نوعیت کے قابل نظر انداز افعال جو خدا کے مطابق گناہ کے زمرے میں آتے ہیں انسان انکے بارے میں ضرور نرمی اور برداشت سے کام لے گا۔

میری اور آپکی بیش قیمت زندگیاں ایک ظالم اور بے رحم قدرت کے نظام کا نتیجہ ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ ہم کب تک زندہ رہیں گے، اس لئیے جئیو اور جینے دو کا فلسفہ ہی انسانی بقاء کے لئیے اہم ہے، اگر ہم یہ سوچنے لگیں کہ کائنات میں سب سے اہم اور پاک اور معتبر ترین چیز زندگی ہے تو اس سے بڑھ کر ہماری کوئی کامیابی نہیں ہو گی۔

میں خدا کو کیون نہیں مانتا (حصہ سوئم)

تصویرِ خدا

نیلا آسمان کس قدر شاندر رااور خوبصورت لگتا ہے، نظر کی ایک حد سے دوسری حد تک پھیلا ہوا بے عیب، نیلگوں ایسا لگتا ہے کہ اتنی خوبصورت اور بے عیب چیز دوسری کوئی نہیں ہو سکتی۔ مگر ایک سوال ہے شائد آپنے کبھی سوچا ہو، یہ آسمان نیلا کیوں دکھتا ہے؟ کسی کے لئیے تو جواب ہو گا خدا نے اسے نیلا بنایا ہے، کوئی جو سائنس سے تھوڑی بہت جانکاری رکھتا ہو گا کہے گا فضا میں معلق پانی کے بخارات نیلے رنگ کا آسمان ہیں۔

کیا یہی حقیقت ہے، کیا یہی پانی کے بخارات نیلے رنگ کا آسمان ہیں، بالکل کہہ سکتے ہیں، مگر یہ ہمیں نیلے رنگ کے کیوں دکھتے ہیں؟ یہ بھی ایک سوال ہے، کیا یہ ہماری آنکھوں کا کمال ہے کہ روشنی ان سے گزر کر ہماری انکھوں کے ریٹنا پر گر رہی ہے۔ مگر پھر بھی یہ نیلا ہے کیا؟ میں آپ اُسے کہوں گا نیلا کچھ نہیں ہے نیلا رنگ صرف اور صرف آپکے دماغ میں ہے۔ آپ کہیں گے کیا بات کرتے ہو۔

مگر یہی حقیقت ہے، روشنی آپکی آنکھوں میں آتی ہے اور آنکھیں آپکے دماغ کو معلومات دیتی ہیں اور اس معلومات کا مطلب دماغ کے لئے نیلا رنگ ہے۔ مطلب در حقیقت نیلا رنگ کا آسمان کو سمجھنے کے لئیے دماغ نے ایک نظام بنایا ہوا ہے، جب آنکھوں پر روشنی پڑی تو اس روشنی کے مطابق دماغ کو معلومات دی اور اس سے دماغ نے ایک تصوراتی تصویر بنائی جو حقیقت کی عکاسی کرتی ہے۔ اسی طرح ہی تمام ہی احساسات ہمارے حواسِ خمسہ کے ذریعے دماغ کو باہری حقیقت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

اوپر کی گفتگو کا نتیجہ یہ ہے کہ جو ہم دیکھتے ہیں، جو سونگھتے ہیں وہ ہمارے دماغ کے اندر چل رہا ہوتا ہے اور ہمارے حواس کے ذریعے سے دماغ میں آنے والی تمام معلومات سے ایک عکس بنتا ہے جو صرف دماغ کے اندر ہوتا ہے، تمام چیزیں جو ہمارے ارد گرد وجود رکھتی ہیں انکا وجود ایک حقیقت ہے جس کو ہمارا دماغ سمجھتا ہے اور اسکی اپنے انداز میں ایک تصویر بنالیتا ہے اس طرح سے ہمارا دماغ ہمارے ارد گرد کے ماحول کی حقیقت سے رابطے میں رہتا ہے۔

دوسری طرف دماغ میں چلنے والی ہر چیز ہر سوچ صرف حواس خمسہ پر ہی نہیں بنیاد رکھتی دماغ کی ایک اپنی دنیا ہے، اس دنیا میں سوچ کی بے شمار تصویریں ہیں، یہ تصویریں حقیقت پر مبنی بھی ہوتی ہیں اور تخیل پر بھی، تخیلات اور حقیقت مل کر دماغ کی سمجھ بوجھ میں کردار ادا کرتے ہیں۔

اب میں دو چیزیں آپکے سامنے رکھتا ہوں، ہم میں سے ہر ایک نے زندگی میں کبھی نہ کبھی گھوڑا ضرور دیکھا ہوگا، اب اگر میں آپ سے پوچھوں تو آپ باآسانی مجھے بتادیں گے کہ گھوڑا ایک جانور ہے اسکی شکل ایسی ہوتی ہے، اسکی چار ٹانگیں ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر اگر میں آپ سے پوچھوں کہ پری کیا چیز ہے؟ تو ہر کسی کا جواب مختلف ہوگا، کوئی کہے گا اسکے دو پر ہوتے ہیں کوئی کہے گا چار پر ہوتے ہیں، کوئی کہے گا اسکے بال اتنے لمبے ہوتے ہیں کوئی کہے گا اسکی پوشاک ایسی ہوتی ہے، کوئی کہے گا ویسی۔ اصل میں گھوڑے اور پری کی مثال دینے کی ضرورت اس لئیے آئی کہ گھوڑا ایک حقیقت ہے اور پری دماغ کی ایک تصوراتی تصویر، اگر آپ کسی سے پوچھیں گے کہ تو ہر کوئی گھوڑے کی تقریباً ایک جیسی خصوصیات ہی بتائے گا، مگر پری یا پھر جل پری، جن بھوت، بلائیں اور ہر قسم کے خیالی اور تصوراتی کرداروں کی حیت اور اشکال میں آپکو ایک ایسا تضاد ملے گا کہ اگر آپ صرف انکی خصوصیات کسی کو بتانے لگیں اور کہیں کہ بوجھو میں کس چیز کے بارے میں بتارہا ہوں تو کوئی کسی خاطر خواہ نتیجے پر نہیں پہنچ پائے گا۔

سمجھنے کی بات ہے تخیلات جو صرف دماغ میں ہوتے ہیں ان میں بے شمار تضاد ہوگا کیونکہ انکا تعلق خالصتاً دماغ کی دنیا سے ہے جبکہ حقیقی وجود رکھنے والی چیزوں کے بارے میں تضاد نہیں ہوگا کیوں کہ انکا تخیل یا تصویر دماغ نے حواس خمسہ کے ذریعے لے کر اپنے اند محفوظ کیا ہے، اسی باعث ان تصورات میں تضاد نہیں ہوتا، مگر جو تصوراتی چیز صرف اور صرف دماغ کی پیداوار ہے اس میں تضاد ضرور ہوگا، مطلب پری اور جل پری کی ہی بات لے لیں، پری کا تصور پہلے آیا ہوگا کہ جل پری کا؟ شائد پری کا، یعنی ایک خوبصورت عورت جس کے پر ہوتے ہیں اور وہ اڑ سکتی ہے، پھر کسی دن کسی نے سوچا اگر خوبصورت پری ہوا میں اڑ سکتی ہے اسکے لئیے اسکو پر چاہئیں تو پانی میں تیرنے کے لئیے اسکو مچھلی جیسی ایک دم کی ضرورت ہوگی، تو لیں جی جل پری بن گئی۔ کوئی کہے گا کہ جل پریاں انسانوں کی دوست ہیں تو دوسرا کہے گا نہیں وہ تو آدم خور ہوتی ہیں۔ یعنی تصوراتی کرداروں کے بارے میں تصورات میں تضاد انتہائی زیادہ ہوگا، ہاں گھوڑے کے قد یا جسامت میں فرق ہو سکتا ہے مگر کوئی بھی یہ نہیں مانے گا کہ گھوڑا اڑ سکتا ہے، مگر جل پری کے بارے میں یہ بات کوئی آسانی سے مان لے گا۔

دنیا میں ایسی بھی چیزیں ہیں جو دماغ کے تصور کی پیداوار ہیں مگر انسانی صنعت کے باعث حقیقت کا روپ دھار گئیں، ان چیزوں کی حیت اور بناوٹ کے بارے میں بھی کوئی خاص تضادات نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو تھوڑی بہت حواس خمسہ کے استعمال کے بعد دور ہو جاتے ہیں، مگر وہ چیزیں جو خالصتاً تصور میں رہتی ہیں انکے بارے میں تضادات کو دور کرنا ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ دماغ انکی حقیقت کو کبھی بھی دریافت نہیں کر سکتا، اسلئیے ان تصورات میں اضافہ یا بڑھوتی صرف تصوراتی بنیادوں پر ہو کر ان معاملات کو مزید پیچیدہ کر دیتی ہے۔

آپکو دنیا میں جل پری کے مصوروں کے بنائے ہوئے فن پارے تو مل جائیں گے مگر دنیا میں کوئی حقیقی جل پری کبھی بھی نہیں ملے گی، انکے حسن کے قصے کتابوں میں ملیں گے، انکے ذکر شاعری میں، دیومالائی قصوں میں مگر حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔ مصور تصویر بناتا ہے جل پری اسکے دماغ میں ایک تصور ہے اسکو کینوس پر اتار دیتا ہے، ہر مصور کی جل پری مختلف ہوگی، کسی کے بال سرخ ہوں گے تو کسی کے سبز کسی کی دم شارک سے ملتی ہوگی تو کسی کی ڈالفن سے، کسی کی کھال پر ہیرے جڑے ہوں گے تو کسی جلد مچھلی جیسی۔ اور کسی مصور کی جل پری مچھلی کی دم کی جگہ آکٹوپس کی ٹانگیں رکھتی ہوگی۔

اس سے آگے بات آجاتی ہے انسانی ارتقاء کے دوران ہمیں 40000 سال پرانی غاروں میں انسانوں کی بنائی ہوئی تصویریں ملتی ہیں۔ اس وقت انسان اس قابل تھا کہ اپنے ذہن میں پائی جانے والی باتوں کو تصویروں کی زبان میں بیان کرنے لگا، مگر اسوقت کی تصاویر زیادہ تر شکار کی داستانیں بیان کررہی ہوتیں تھیں۔ مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب جب وقت گزرتا گیا تو نسبتاً جدید زمانے یعنی 10000 سے 20000 سال کے عرصے میں انسان تصورات کو بھی تصویروں میں ڈھالنے لگا، اسی دوران کہیں خدا کا تصور بھی پروان چڑھ چکا تھا، اور اب انسان نے دیویوں اور دیوتاؤں کی مورتیں اور تصاویر بنانے شروع کردیں۔ یعنی تصور خدا جو انسان کے ذہن میں تھا، اسکا مختلف اشکال میں دنیا میں تصویری حقیقت میں ڈھالنا شروع کردیا۔ قابل غور یہ ہے کہ ایک جل پری کی

طرح خدا بھی کئی قسم کے ہیں سورج بھی خدا ہے، بعل جو کے ایک بچھڑہ ہے وہ بھی خدا ہے، مگرمچھ اور کچھوے بھی خدا ہیں، یعنی تصورِ خدا میں ایک جل پری کے تصوراتی کردار سے کہیں زیادہ تضادات ہیں، کہیں خدا بادلوں میں گرجتا اور باز کی شکل لیتا ہے تو کہیں وہ ناموجود ہے، کہیں وہ پانیوں کا خدا ہے تو کہیں آسمان کا، اسی طرح اسکے بے شمار و تار ہر قسم کے متضاد خداؤں کو دنیا میں متعارف کرتے رہتے ہیں، کہیں زیوس، را، سیتھ، بعل، اوڈن، یہواہ اور اللہ۔

خداؤں کی دو اشکال ہیں یا تو وہ بالکل انسان کے دماغ میں رہتے ہیں، مسیحت کا خدا کہتا ہے وہ دل میں رہتا ہے، اسلام کا خدا بھی کھلے دل سے اسکو قبول کرنے کی بات کرتا ہے، دوسرے خدا جو انسانی دل و دماغ (حقیقت میں تو خدا صرف دماغ ہی میں ہوتا ہے) سے نکل کر کینوس اور تراشی ہوئی صورتیں بن جاتے ہیں۔ یعنی خدا کی حقیقت صرف تصور یا پھر تصویر کے اظہار ہی میں ہے، کہیں ایسا تو نہین کہ خدا صرف ایک تصور ہے۔ جو بھی چیز وجود رکھتی ہے اسکے بارے میں تضادات نہیں ہوتے، مگر خدا تضادات سے بھرا پڑا ہے، ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کے بھی اپنے خدا کی حیت کے بارے میں بے شمار تضادات ہوتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے تصور خدا تو بالکل ایک دوسرے سے مکمل متضاد ہیں۔

اگر خدا کی کوئی حقیقت ہوتی تو، چین میں رہنے والے جین مت کے ماننے والے، عرب کے مسلمان، افریقہ کے مگرمچھ کے پجاری اور حقیقی امریکی باشندوں کے خداؤں میں کوئی تو یکسانیت ہوتی۔ گھوڑے تو ان سب ملکوں کے لوگوں کے ایک جیسے ہوتے ہیں، پانی کیا چیز ہے اس پر بھی کوئی اختلاف نہیں، زبان میں پانی کے نام پر اختلاف ضرور ہو سکتا ہے مگر ہر کوئی جانتا ہے کہ کیا چیز پانی ہے اور اسکو پیا جاتا ہے، پانی زمین پر ہر جگہ جہاں انسان رہتا ہے مل جاتا ہے، تو پھر خدا جو ہر جگہ موجود ہے اسکے بارے میں اتنے اختلاف کیوں ہیں۔

کہیں ایسا تو نہیں جل پری کی طرح خدا بھی ایک دماغی تصویر ہی ہے جو انسان کینوس، کتب اور عبادت گاہوں میں اتار رہا ہے؟

میں خدا کو کیوں نہیں مانتا (حصہ چہارم)

ممکنات، ناممکنات، وجود اور ناموجود

ایک ملک میں ایک شہزادی تھی۔ اسکی ایک ضد تھی اسنے کہا کہ مجھے ایک ایسی سیڑھی بنا کر دیں جو آسمان تک چلی جائے۔ بے شمار لوگوں نے کوششیں کی مگر کوئی کامیاب نہ ہوا اور ایسی سیڑھی بنانے کا دعوی کرنے والوں کی گردنیں کٹنے لگیں۔ پھر ایک دانا آدمی نے شہزادی سے کہا مجھے، سونے کے دو ہزار کیل، 8000 مزدور، ایک 600 ایکڑ لمبا کھیت، 600 جانوروں کی کھال اور ایک ایسے درخت کی لکڑی چاہیئے جو ہوا میں اڑ سکتا ہو، شہزادی نے کہ میں سب کچھ لا کر دے سکتی ہوں مگر ایسی لکڑی نہیں لا کر دے سکتی، دانا آدمی نے جواب دیا پھر کوئی ایسی سیڑھی نہیں بنا سکتا۔

کیا ممکن ہے اور کیا ناممکن؟ ممکنات اور ناممکنات دونوں میں سے زیادہ اہم کیا ہے؟ شائد بہت سارے لوگ کہیں کہ ممکنات زیادہ اہم ہیں۔ مگر بات اس سے یکسر مختلف ہے۔ ایک ممکن وافر مقدار میں اس سے جڑے ہوئے ممکنات کی وجہ سے ممکن نہیں ہوتی بلکہ اس سے جڑے ہوئے ناممکنات کی نفی کی وجہ سے ممکن ہوتی ہے۔

میں اسلام آباد سے دیر جانا چاہتا ہوں، موسم خراب ہے ہوائی سفر ناممکن ہے میں دیر نہیں جاسکتا، راستے برف کی وجہ سے بند ہیں میں دیر نہیں جاسکتا۔ اسی طرح بہت سی اور ایسی صورتحال ہیں جو میرے دیر کے سفر کو ناممکن بناتی ہیں، اب ان ناممکنات میں سے اگر کوئی ایک بھی ایک سامنے آجائے گی تو میرا سفر ناممکن ہے۔ کسی بھی صورتحال کے اثبات کے لیئے اس سے جڑی ہوئی تمام ہی ناممکنات کی نفی لازم ہے۔ ورنہ کبھی بھی وہ صورتحال پوری نہیں ہوسکتی۔
اگر میں کسی جن کی طرح ایک جگہ سے غائب ہو کر دوسری جگہ جاسکتا تو میں باآسانی کبھی بھی دیر جاسکتا، مگر میں انسان ہوں اور انسانوں کی صفات ایسی خیالی خصوصیات کا احاطہ نہیں کرتیں۔ اور انسان کی خصوصیات ہی مجھے انسان بناتی ہیں، جو انسان کے لیئے ناممکن ہے وہی مجھے ایک انسان بناتا ہے۔

اب ہر شخص اور ہر چیز کے لیئے کچھ ممکن ہے اور کچھ ناممکن، اب اگر ایک تصور، چیز یا شخص کے لیئے سب کچھ ناممکن ہے تو پھر یہ بھی ہو گیا کہ وجود بھی اسکے لیئے ناممکن ہے۔ یعنی وہ چیز وجود ہی

نہین رکھ سکتی۔ مگر کیا وہ چیز وجود رکھتی ہے؟ اب ناموجود ہونا بھی تو اس چیز کے لیئے ناممکن ہے؟ تو پھر کیا وہ چیز وجود رکھے گی؟ سوال خود ہی سے تضاد پر کھڑا ہو گیا ہے، یعنی ایک چیز یا شخص جسکے لیئے سب کچھ ناممکن ہے، اسکے لیئے کوئی ایک خصوصیت رکھنا بھی ناممکن ہے؟ اور دوسری طرف ہم اسکی ایک خصوصیت کی بات کر رہے ہیں کہ اسکے لیئے سب کچھ ناممکن ہے؟ کیا بکواس ہے یہ؟ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں ہم؟

یعنی ایک شخص جسکے لیئے سب ناممکن ہے؟ ناموجود ہونا بھی ناممکن ہو گیا؟ جب ناموجود ہونا بھی ناممکن ہو گیا تو وہ شخص ممکن ہو گیا؟ اب اسکے لیئے کوئی بھی خصوصیت رکھنا ناممکن ہے تو یہی اسکی خصوصیت ہو گئی۔۔۔ بڑی ہی عجیب بات ہے ناممکنات سے بات نہیں بن رہی؟ یعنی صرف ناممکنات کی بنیاد پر بھی ہم کسی چیز کی تعریف نہیں کر سکتے۔

اب آجاتے ہیں ناموجود ہونے کی طرف، کیا ناموجود ہونا کسی چیز کی کوئی خصوصیت ہے؟ تھوڑا غور سے سوچیں؟ کیا واقعی ایسا ہے؟ ایک جن جو وجود نہیں رکھتا، وہ لال رنگ کے جسم کا مالک ہے، اسکی داڑھی ہزار گز لمبی ہے۔ وہ 1000 سال سوتا رہتا ہے۔ مگر جب وہ وجود ہی نہیں رکھتا تو اسکی کوئی خصوصیت بھی نہیں ہے اسکی سب صفات خیالی اور ذہن کی پیداوار ہیں۔ یعنی کسی بھی چیز کے لیئے کوئی صفت یا خصوصیت رکھنا تب ہی ممکن ہے جب وہ وجود رکھتی ہے۔ اب وجود کیا ہو گیا؟ کیا وجود کوئی خصوصیت ہے؟ چلیں فرض کر لیں وجود ایک خصوصیت ہے۔

پھر وجود کے ممکنات اور ناممکنات کیا ہیں؟ جب یہ سوچنے لگیں تو کسی شخص یا چیز کی حیت سامنے آجاتی ہے، اور اگر وجود کی دنیا میں اسکی حیت اور خصوصیات اگر ممکن ہیں تو تب ہی اس چیز کا وجود ممکن ہے۔

مگر اب کسی چیز کا وجود نہیں بلکہ صرف اور صرف وجود بطورِ خصوصیت کی طرف آجائیں تو سوال ایک چکر کا شکار ہو گیا؟ وجود ہر چیز کے لیئے لازم و ملزوم شرط ہے مگر کیا وجود کا اپنا کوئی لازم و ملزوم ہے؟ اب جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ کسی بھی چیز یا شخص کے وجود کے لیئے اس سے جڑی ہوئی ناممکنات زیادہ لازمی ہیں بنسبت اسکے لیئے ممکنات سے۔

اب وجود کے لیئے ناممکنات کیا ہیں؟

میرے خیال میں کوئی بھی نہیں بتا سکتا، اب جب وجود کے ناممکنات کوئی ں میں ہیں تو وجود ایک صفت بھی نہیں ہو سکتا۔ وجود ایک لازم ہے جس سے آگے صفات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ کوئی بھی چیز پہلے وجود رکھتی ہے تب اسکی صفات کا تعین کیا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ میں تصور اور تخیل کی رو سے وجود کو اس سلسلے کے پچھلے حصے میں زیر بحث لا چکا ہوں، تو یہاں پر صرف وجودِ حقیقی کی بات ہو رہی ہے۔ یعنی وہ چیزیں جو واقعی حقیقی دنیا میں وجود رکھ سکتی ہیں نا کہ صرف اور صرف تصوراتی دنیا میں۔

اب سب سے پہلی بات کی طرف واپس آجاتے ہیں اگر ایک چیز کے ناممکنات میں سے کچھ بھی آڑے آجائے تو وہ ناممکن ہو جاتی ہے اور اس معاملے میں ناممکنات کو ممکنات پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ میں دیر اڑ کر بھی جا سکتا ہوں مگر کیونکہ میں پر نہیں رکھتا اور اڑ نہیں سکتا تو میں دیر نہیں جا سکتا۔ اور اگر پر رکھتا بھی ہوں اور میرے پر اڑنے کے قابل نہین ہیں تو میں نہیں جا سکتا۔

اب سب سے اہم بات کی طرف آجاتے ہیں۔ کیا ایسی کوئی چیز یا شخص ہے جسکے لیئے سب کچھ ممکن ہے۔ اب جب اسکے لیئے سب کچھ ممکن ہے تو ناموجود ہونا بھی اسکے لیئے ممکن ہو گیا، اور تمام ناممکنات بھی اسکے لیئے ممکنات ہو گئیں۔ یعنی اگر اسکا وجود ممکن ہے تو ٹھیک ہے مگر اگر ناممکن ہے تو وہ ناممکن بھی ممکن ہو گیا؟ یعنی اسکا وجود ناممکن ہی ہو گی کیونکہ جب ایک ناممکن آڑے آجاتا ہے تو کل ناممکن ہو جاتا ہے۔ اب ناموجود بھی اسکے لیئے ممکن ہو گیا تو پھر وہ شخص ناموجود ہو گیا۔ اور جب ناموجود ہو گیا تو پھر سب کچھ ہی ختم ہو گیا۔ اور وہ صرف اور صرف ناموجود ہی رہ گیا۔ مطلب اگر ناممکنات میں سے ایک بھی چیز آڑے آگئی تو صورتحال کی نفی ہو گئی۔ پھر آپ ممکنات کے پہاڑ لے آئیں پلہ اس ایک ناممکن کا ہی بھاری رہے گا۔ یہاں پر اس ناممکن کی بات ہو رہی ہے جسکی نفی ممکن نہیں ہے۔

اب نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف ممکنات پر کسی چیز کا احاطہ نہیں ہو سکتا، بلکہ ممکنات کا انحصار ناممکنات پر ہوتا ہے، اور ناممکنات کسی بھی چیز کی صفات پر ممکنات سے زیادہ اثر ڈالتی ہیں۔ اور جب کوئی حقیقی ناممکن سامنے آجائے تو کل نتیجہ ناممکن ہی ہوتا ہے۔

اب وہ خیالی شخص جس کے لئیے سب کچھ ممکن ہے وہ اس لئیے وجود نہی رکھ سکتا کیوں کہ اسکا کوئی ناممکن نہیں ہے، اور جسکا کوئی ناممکن نہیں ہے وہ بذات خود ممکن نہیں ہے۔ اور اگر دوسری طرف اسکا کوئی ناممکن ہے تو پھر وہ خیالی شخص قادر مطلق نہیں ہے، جب قادر مطلق نہیں ہے تو خالق کل نہیں ہو سکتا۔

وجود کا اچھنبا

بات تھوڑی مشکل ہے ہو سکتا ہے مکمل طور پر سمجھا نہ سکوں مگر اگر کوئی ابہام یا کمی رہ گئی تو کومنٹس میں پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔

خدا کیا ہے، یہ ایک انتہائی اہم یا پھر غیر اہم سوال ہے، کیونکہ خدا ایک تضاد سے بھرا ہوا تصور ہے اس پر جب بھی بات کی جائے انتہائی مشکل بحث ہوتی ہے۔ آج سے کچھ صدیاں پہلے خدا، کائنات اور وجود سے متعلق تمام ہی سوالات فلسفے کے میدان کی باتیں سمجھی جاتیں تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سائنس نے کائنات اور وجود سے متعلق سوالات کو اپنے میدان میں دعوت دی اور آج وجود سے متعلق سوالات کے جوابات سائنس کے میدان سے دیئے جاتے ہیں۔

اب اس پوسٹ میں اگر آپ یہ کہیں کہ میں اللہ یا خدا یا زیوس کی بات کرنے جارہا ہوں تو بالکل غلط ہوگا، اس پوسٹ میں اس خدا پر بات ہوگئی جسکو ممکنہ یا غیر ممکنہ طور پر فرد اول (یعنی کائنات اور اسکی سب چیزوں سے پہلے وجود رکھنے والا) مانا جاتا ہے، اگر آپ یہ سمجھیں کہ اللہ کے وجود کو ثابت کیا جائے گا تو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ یا اس سے ملتے جلتے خدا ایمان کی دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ ہم کائنات سے مطابقت رکھنے والے خدا کے اثبات یا رد کی بات کریں گے۔

سب سے پہلے وجود کی طرف آجاتے ہیں۔ کیا ایسا کوئی خدا وجود رکھتا ہے؟ ہم وجود رکھتے ہیں، کائنات وجود رکھتی ہے سائنس کے میدان میں ہم اس لیئے وجود رکھتے ہیں کہ کائنات وجود رکھتی ہے، اب کائنات کس لیئے وجود رکھتی ہے یہ ایک سوال ہے؟

اب اگر کائنات وجود رکھتی ہے تو گوڈیل کے تھیورمز کے مطابق کائنات کے کچھ اصولوں کا احاطہ کائنات میں رہتے ہوئے نہیں ہو سکتا، یہ اصول اور قوانین پر کائنات من و عن عمل کرتی ہے، اور یہ قوانین کائنات سے بالاطر ہیں۔

کمپیوٹر سسٹم سے ہم سب لوگ واقف ہیں یہاں پر میں کمپوٹیشن (Computation) سے متعلق اصطلاحات استعمال کروں گا مگر انکی ایکیوریسی (Accuracy) پر بحث کے بجائے انکے بیان کرنے کے مقصد تک محدود رہا جائے۔ کمپیوٹر سسٹمز سلیکان (Silicon) پر مبنی سیمیکنڈکٹر (Semiconductor) کی مدد سے چلتے ہیں، کمپیوٹر کا نظام چارج اور بغیر چارج کے کمپیوٹر میموری یونٹ پر چلتا ہے، ایک بائٹ (Byte) یا پھر کمپیوٹر سسٹم کے سب سے چھوٹے یونٹ کا انحصار چارج یا بغیر چارج (Presence or Absence) کے میموری یونٹ پر ہوتا ہے، اور چارج الیکٹرانز (Electron) کی وجہ سے ہوتی ہے، اس لیئے ایک میموری یونٹ اگر چارج ہوا تو 1 ہوا اگر بغیر چارج کے ہوا تو 0 ہوا اسکو بائنری کوڈ (Binary System) کہا جاتا ہے، کمپیوٹر بائنری سسٹم ہیں، اب ہوتا ایسا ہے کہ بائنری سسٹم کے بعد، اسمبلی لینگویج (Assembly Language) آجاتی ہے جسمیں کمپیوٹر کو بنیادی ہدایات دی جاتی ہیں، اس کے بعد ہائی لیول پروگرامنگ زبانیں (High level Programming Languages) آجاتی ہیں جن کو پہلے اسمبلی اور پھر بائنری میں ترجمے کے بعد کمپوٹر ایکزیکیوٹ (Execute) کرتا ہے۔ مگر سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ 1 اور 0 صرف چارج کی موجودگی یا ناموجودگی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور اسی پر کمپیوٹر سسٹم سرکٹس کے مطابق کام کرتا ہے، یہ سرکٹ مختلف قسم کے فارمولاز اور لاجیکل مسائل کو حل کرنے کے لیئے استعمال ہوتے ہیں، اب کمپیوٹر کی ایک لاجیکل دنیا ہے جسمیں ہر قسم کے پروگرام ہم کہہ سکتے ہیں کہ رہتے ہیں۔ ان پروگرامز کی ایک لاجک ہے، جس کی حقیقت کمپوٹر کی منطقی دنیا میں ہے، مگر اس نظام کے بنیادی اصول یعنی میموری، لاجکیکل آپریٹرز، ڈیسیزن سٹیٹمنٹس تمام کی تمام یا تو پروگرامنگ کا نتیجہ ہوتی ہیں یا سرکٹس کا، مگر پروگرامنگ میں بھی تمام آپشنز کمپوٹر کے سرکٹس اور میموری کی وجہ ہی سے ہوتے ہیں۔

یہ ساری بات کرنے کا ایک مقصد ہے، اب فرض کر لیں کہ کمپیوٹر میموری کے ایک یونٹ کے بننے میں 1000 سلیکان ایٹم لگتے ہیں۔ اور ان ایک ہزار سلیکان ایٹمز میں ایک ایک فری الیکٹران ہے یعنی ایک ہزار الیکٹران مل کر میموری یونٹ کے چارج یا بغیر چارج کے ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ کمپیوٹر میموری کی ایفیشینسی (Efficiency) کو بڑھاتے ہیں اور 10 سلیکان ایٹم ایک میموری یونٹ بنانے لگتے ہیں آپ مزید بڑھا کر 2 ایٹم تک لے جاتے ہیں، پھر ایک ایٹم اور ایک الیکٹران تک، مگر اس سے آگے آپ نہیں جا

سکتے کیونکہ، اس کے بعد آپ کائناتِ بالا یعنی ہماری کائنات کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ یعنی کوئی بھی آرٹی فشل انٹیلیجنس کا نظام جو ہماری کائنات میں بنایا جائے گا ہماری کائنات سے زیادہ ایفیشنٹ نہیں ہو سکتا، یعنی کوانٹم کمپیوٹرز (Quantum Computers) اگر بن جائیں گے تو وہ کمپیوٹیشن پاور کی حد ہو گی۔ یعنی ہماری کائنات میں بنائے جانے والی کسی بھی سسٹم کی پاور ہماری کائنات کے بلڈنگ لیول یعنی اٹامک یا پھر مستقبل میں شائد سب اٹامک لیول سے آگے نہیں جا سکتی۔ کوئی بھی پروگرامر یا کمپیوٹر انجینیئر ہماری کائنات کی ڈیٹا ٹرانسمیشن لمٹ یا پھر روشنی کی رفتار سے زیادہ تیز کام کرنے والا کوئی کمپیوٹر سسٹم کبھی بنا ہی نہیں سکتا۔ ہماری کائنات کا given ایک کائنات یا نظام زیریں کے آڑے آ گیا ہے۔ اور کائنات زیریں کا بھی Given ہی ہو گا۔ یعنی نظام بالا کے رہنما اصول ہی نظامِ زیریں کے رہنما اصولوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔

اب آ جاتے ہیں ہماری کائنات کی طرف کچھ قوانین یعنی، جیسے روشنی کی رفتار سے تیز سفر، یا 2+2=4 یہ پہلے سے طے شدہ ہیں، اور انکا توڑ ممکن نہیں ہے۔ یہ کہاں سے آئے شائد کائناتِ بالا جو ہماری کائنات کے قوانین کے احاطہ کرتی ہے اس سے ہی آئے ہوں۔ بات یہاں پر کرنے کی یہ ہے کہ کائناتِ بالا یا پھر کائنات کے بنانے والا اگر کوئی ہے تو اسکے پاس بھی یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے نظام سے زیادہ ایفشینٹ ہماری کائنات کو بنا سکتا، اب اگر ہماری کائنات کے قوانین اس نے رکھے تو وہ قوانین رکھنے میں مکمل آزاد نہیں تھا، کیونکہ اسکی اپنی کائنات کی حد اس پر لگ رہی تھی، اور اس حد کو وہ خود نہیں توڑ سکتا کیوں کہ ایک چائلڈ سسٹم (Child System) ایک پیرنٹ سسٹم (Parent System) سے زیادہ ایفشنٹ نہیں ہو سکتا، بلکہ گوڈیل کے مطابق اسکی ایفیشنسی ہمیشہ کم ہی ہو گی۔ جیسے کہ ہائی لیول پروگرامنگ لینگویج بائنری لینگویج سے زیادہ ایفیشنٹ نہیں ہو سکتی، اور بائنری کو ڈالیکٹران کے ایک سیلیکان ایٹم سے چارج رکھنے یا اٹھانے سے زیادہ ایفیشنٹ نہیں ہو سکتی۔ اب ہم لاکھ چاہیں مگر روشنی کی رفتار کو نہیں توڑ سکتے۔ اسی طرح کوئی خدا اگر ہے، گوڈیل کے مطابق کچھ ایسے قوانین ہیں جنکو وہ بھی نہیں توڑ سکتا، میں یہاں سے خدا کا لفظ بھی استعمال نہیں کروں گا میں آرکیٹیکٹ (Architect) کا لفظ استعمال کروں گا۔

اب ہماری کائنات کا آرکیٹیکٹ کائناتِ بالا کا رکن ہے اور کائنات بالا کا آرکیٹیکٹ اسے سے بالا کا، سلسلہ یا تو لامحدود ہے یا پھر کسی جگہ جا کر رکے گا، آرکیٹیکٹ کو وجود رکھنے کے لئے کسی نہ کسی سسٹم کی ضرورت ہے، سسٹم کے بغیر کوئی بھی آرکیٹیکٹ یا خدا یا اصول وجود نہیں رکھ سکتے، دو انتہائی پیچیدہ صورتحال پیدا ہو جاتی ہیں۔ پہلے یعنی نظام بالا اول (First Transcendent System) میں رہنے والا آرکیٹیکٹ اس نظام کا حصہ ہو گا۔ اور اس نظام کے بھی کچھ رہنما اصول ہونگے جو اس نظام میں کبھی بھی گوڈیل کے مطابق بیان نہیں کیئے جا سکتے، تو اب کیا بنے گا؟ وہ قوانین کہاں سے آئے؟ یہی سب سے بڑا اور اہم سوال ہے، یعنی پیچھے جاتے ہوئے، ہمیں کہیں نہ کہیں یہ ماننا ہی پڑے گا کہ کچھ قوانین کبھی بھی دریافت نہیں ہو سکتے، جو ہمیشہ ہی چھپے ہوئے رہیں گے۔ اس بات پر پہنچ کر سامنے دو راستے ہیں، وجود یا عدم وجود کیا ہے، کیا عدم وجود سے وجود آرکیٹیکٹ کی وجہ سے ہوا یا عدم وجود (Non Existence) سے وجود ہی پہلی گتھی ہے؟ عدم وجود زماں میں لے لیں یا مکاں میں یہی تو سوال ہے، اور اگر کائنات ایک دن بنی تو آرکیٹیکٹ بھی ایک دن بنا، کیونکہ اگر ہم یہ نہیں مان سکتے کہ کائنات میں پایا جانے والا مادہ صرف حالتیں بدلتا رہتا ہے اور ہمیشہ سے موجود نہیں ہے تو پھر یہ ماننے میں بھی قباحت نہیں ہے کہ خدا بھی ہمیشہ سے موجود نہیں ہے اسکا بھی اگر مکاں میں نہیں تو زماں میں تو کہیں جنم ہوا ہی ہو گا، اس جگہ پر پر میں فلسفے کی زمین میں بات کر رہا ہوں اسکو سائنس کی زمین میں نہ لیا جائے کیونکہ سائنس میں زماں کے مطلب پوری طرح سے بیان کردہ ہیں۔

اب عدم وجود سے وجود ہوا، کائناتِ بالا ترین میں، اگر مانیں کہ ایک آرکیٹیکٹ نے کیا، تو پھر ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس کائنات سے بھی بالا کوئی کائنات یا نظام ہے، چلیں اگر نہیں ہے تو اصول تو ضرور ہوں گے، اب بات آتی ہے کہ دوسری بالا کائنات کسی آرکیٹیکٹ نے بنائی ہو گی، فرض کیا جا سکتا ہے۔ تو دوسرے نظام کے عدم وجود سے وجود میں آنے میں ایک مڈل اینٹٹی (Middle Entity) یعنی پہلا آرکیٹیکٹ ہو گیا، یہ فرض بھی کیا جا سکتا ہے، پھر چلتے چلتے مڈل اینٹٹیز کا تسلسل بات ہماری کائنات تک آن پہنچی، اور ہماری کائنات کے آرکیٹیکٹ نے ہماری کائنات بنا دی۔ یعنی عدم وجو سے ہماری کائنات کا وجود بے شمار مڈل میں، سیلیکان، بائنری، اسمبلی اور پھر ہائیلول یہ کیا ہے؟ اب اگر سسٹم کی ایفیشنسی بڑھائیں تو بات صرف کوانٹم تک جائے گی اور ہائیلول لینگویج کے بجائے سیدھے الیکٹران پر بیس ہی سسٹم ہو گا، اب سوال آتا ہے ایفیشنسی کا کیا ہماری کائنات مکمل ایفیشنٹ ہے اگر ہے تو گوڈیل کا تھورم ٹوٹ گیا، اگر ہے تو مڈل اینٹٹی کی ضرورت نہیں ہے اور اگر نہیں ہے تو پھر بات کہیں اور جاتی ہے، اگر ایک نظام مکمل طور پر ایفیشنٹ ہو گا تو اس سے بالا کوئی نظام نہیں ہو گا، اور اگر نہیں ہو گا تو ضرور ہو گا۔ اور اگر نظام مکمل طور پر ایفیشنٹ نہیں ہو گا تو پھر اسکا آرکیٹیکٹ بھی مکمل طور پر ایفیشنٹ نہیں ہو گا، کیونکہ اسکی صنعنت اس قابل نہیں ہو گی کہ وہ ایک مکمل طور پر ایفیشنٹ سسٹم بنا سکے، اب اس سلسلے میں خدا کی پرفیکشن پر سوال آ جاتا ہے، کہ کیا وہ ایک پرفیکٹ بینگ ہے، اگر ہے تو وہ پرفیکٹ

سسٹم بنا سکتا ہے اسکا مطلب ہے وہ پہلے نظام کا بانی ہوا، اس بات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے وجود کا ایک نظام ہے اور اس نظام کے قوانین کو وہ پوری طرح سے سمجھتا تو ہے مگر توڑ نہیں سکتا پھر گوڈیل کی نفی ہو گئی جو کہ ممکن نہیں ہے، مطلب خدا سے بالا قوانین موجود ہیں۔ اور اگر وہ مکمل طور پر ایفیشنت نہیں ہے تو پھر خدا بھی نہیں ہے۔ مگر دونوں صورتوں میں نظام بالاترین یعنی وجود اور پہلے قوانین کے اچھنبے کو حل نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی خدا نہیں بلکہ وجود ہی پہلا سوال ہے اور جب وجود ہو گیا تو اسکے قوانین گو کہ کبھی پوری طرح سے جانے نہیں جا سکتے مگر موجود ضرور ہیں۔ اب بات ایسی ہے کہ خدا کی ضرورت ہی اسلئے پڑی کہ ہم یہ ماننا چاہتے ہیں کہ ہماری کائنات کے رہنما قوانین کہیں کوئی نہ کوئی پوری طرح سے جانتا اور چلاتا ہے۔ کیونکہ کائنات کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسکے قوانین اور رہنما اصول پوری طرح سے بیان ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

برائن گرین اپنی کتاب A Universe from nothing میں لکھتے ہیں کہ عدم وجود متزلزل ہوتا ہے اس لئے وجود ہونا لازمی ہے۔ مڈل اینٹٹی یعنی آرکیٹیکٹ ہو سکتا ہے مگر پھر بھی وجود کو عدم وجود ہی سے ہونا ہو گا۔ اس پوری پوسٹ میں میں نے کائنات یا نظام کی بات کی ہے مگر اس سے مطلب وجود ہی کا لیا جائے۔ وجود میں پھر نظام بنتے ہیں۔ اینٹٹیز اور بینگز (Beings) ہوتے ہیں۔ اب ہماری کائنات اپنے رہنما اصولوں کے مطابق چل رہی ہے اور ایسا نہیں لگتا کہ کسی آرکیٹیکٹ یا خدا کی ضرورت ہے، مادے کی خصوصیات کششِ ثقل (Gravity)، مکناتیسیت (Electromagnetism)، سٹرانگ اور ویک نیوکلئیر فورسز (Weak Nuclear Strong and Forces)، Principle of conservation of energy, اور Entropy ہماری کائنات کو اسکی جہت دیتے ہیں، باقی تمام قوتیں اینٹراپی کے خلاف لڑ رہی ہیں، مگر فتح اینٹراپی ہی کی ہو گی اور کائنات عدم حرارت کے باعث ساکن ہو جائے گی پھر ہزاروں کھرب سال لگیں گے مادہ دھوئیں کی طرح واپس عدم میں چلا جائے گا پھر کیا پتہ کوئی بگ بینگ دوبارہ ہو جیسا کہ کوانٹم طبعیات کے ماہر (Quantum Physicist) مانتے ہیں کہ عدم متزلزل ہے اور وجود ہونا لازمی ہے۔

جیسا کہ پیچھے بتا دیا ہے کہ وجود ہی پہلی گتھی ہے اسکو سلجھانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ مان لیا جائے کہ وجود ہو جاتا ہے، اسکے لئیے کسی بھی سپروائزنگ اینٹٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ سوپروائزنگ اینٹٹی وجود کے اچھنبے کو سلجھانے میں صرف ایک پیچیدگی کا کردار ادا کرتی ہے، اس لئے یہ بھی مانا جا سکتا ہے کہ ہماری کائنات مکمل طور پر ایفیشنٹ نہین ہے اور اسکے رہنما اصول ہم کبھی بھی مکمل طور پر دریافت نہیں کر سکتے جیسا کہ گوڈیل نے کہا تھا۔ اس صورت میں مڈل مین یعنی خدا، یا آرکیٹیکٹ کی کوئی ضرورت نہیں۔

میں خدا کو کیوں نہیں مانتا (حصہ پنجم)

گوڈیل کا خدا کے لئیے وجودیاتی مباحث

ماناجاتاہے کہ وجودیات کی روسے خدا کے ہونے کا پہلا ثبوت کینٹربری کے مقدس اینسلم (St Anslem of Canterbury) نے گیارہویں صدی میں پیش کیا تھا۔اینسلم نے خدا کی تعریف کچھ اس طرح سے کی 'خدا وہ ہے جس سے بڑھ کر کسی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا' اور پھر اس نے یہ مباحثہ پیش کیا کہ یہ شخص انسانی تصور میں رہتا ہے، حتیٰ کہ اس منکر خدا کے تصور میں بھی جو خدا کے ہونے سے انکاری ہے۔ پھر اسنے ایسا کہا کہ اگر سب سے عظیم شخص جسکا تصور کیا جاسکتا ہے تصور ہے، تو وہ حقیقت بھی ہے، کیونکہ اگر وہ صرف تصور میں ہے تو اس سے زیادہ عظیم شخص ممکن ہے، یعنی ایسا شخص جو کہ تصور اور حقیقت دونوں میں موجود ہے، اسکا مطلب ہے کہ عظیم ترین شخص حقیقت میں بھی موجود ہونا چاہیے۔

اس مد میں گوڈیل نے بھی وجودیات کی روسے خدا کو ثابت کیا جو کہ اینسلم کے ہی وجودیات پر مبنی ثبوت کی ایک جدید اور پیچیدہ شکل ہے۔ گوڈیل نے اپنے اس ثبوت کے لئیے خاص طور پر کہا تھا کہ اسکو اخلاقی اور تحسینی پس منظر (Moral Aesthetic Sense) میں لیا جائے۔ مگر اکثر اس کی پیچیدگی کے باعث اسکو خدا کے مادی یا مابعدالطبعیاتی معاملات میں خدا کا وجود ثابت کرنے کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے۔

گوڈیل کا خدا کا وجودیاتی ثبوت

تعریف 1: 'ک" خدا کی طرح ہے اگر 'ک' میں صرف اور صرف مثبت خصوصیات(Positive Properties)ہیں۔
تعریف 2: 'الف'، 'ک' کی ایک لازمی خصوصیت ہے، اگر ہر خصوصیت "ب" کے لئے، "ک" خصوصیت "ب" رکھتا ہے اگر خصوصیت الف خصوصیت 'ب' کا احاطہ کرتی ہے۔
تعریف 3: 'ک' ضرور وجود رکھتا ہے، اگر اسکی ہر بنیادی خصوصیت(Essence) کی ممکنہ طور پر مثال دی جاسکتی ہے۔

اصول متعارفہ 1: اگر ایک خصوصیت مثبت(+) ہے، تو اسکی کی نفی(-) ممکن نہیں ہے۔
اصول متعارفہ 2: کوئی بھی خصوصیت جسکا ایک مثبت خصوصیت احاطہ(Entails) کرتی ہے مثبت ہے۔
اصول متعارفہ 3: خدا جیسا ہونا ایک مثبت خصوصیت ہے۔
اصول متعارفہ 4: اگر ایک خصوصیت مثبت ہے، تو وہ لازمی(Necessarily)طور پر مثبت ہے۔
اصول متعارفہ 5: ممکنہ وجود(Necessary Existence) مثبت ہے۔

کلیہ اول: اگر ایک خصوصیت مثبت ہے، تو وہ مسلسل(Consistent)ہو گی۔
نتیجہ اول: خدا جیسا ہونے کی خصوصیت ہمیشہ مسلسل ہے۔
کلیہ دوئم: اگر کوئی چیز خدا جیسی ہے، تو خدا جیسا ہونا اس چیز کی بنیادی خصوصیت ہے۔
کلیہ سوئم: لازمی طور پر، خدا جیسا ہونے کی خصوصیت مثالی ہے۔

کلیہ اول کا ثبوت: فرض کرلیں کہ خدا جیسی کسی شے کا وجود ناممکن ہے۔ اس کے مطابق خدا جیسا ہونا ناممکن ہوا۔ جیسا کہ ناممکن خصوصیات تمام خصوصیات کا احاطہ کرتی ہیں، خدا جیسا ہونا خدا جیسا ہونے کی نفی کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ اب خدا جیسا ہونا اصول متعارفہ سوئم کے مطابق مثبت ہے۔ تو خدا جیسا ہونے کی نفی کرنا بھی اصول متعارفہ دوئم کے مطابق مثبت ہے۔ مگر خدا جیسا ہونے کی نفی کرنا اصول متعارفہ اول کے مطابق ممکن نہیں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کچھ خدا جیسا ممکن ہے۔

کلیہ دوئم کا ثبوت: فرض کریں کہ 'ک' خدا جیسا ہے، اور اسکی ایک خصوصیت 'خ' جو کہ مثبت ہے، اب اصول متعارفہ اول کے مطابق خصوصیت 'خ' کی نفی بھی مثبت ہی ہو گی؛ اور اگر 'ک" "خ' کی نفی کرے تو اسکے پاس 'خ' خصوصیت نہیں ہو گی۔ مگر پھر، اصول متعارفہ چہارم کے مطابق 'خ' ممکنہ طور پر مثبت ہے۔ اب خدا جیسی کوئی چیز ہر مثبت خصوصیت رکھے گی۔ اس لئے ہر مثبت خصوصیت ممکنہ طور پر خدا جیسی چیز میں موجود ہو گی۔ جیسا کہ 'خ' لازمی طور پر مثبت ہے، نتیجہ نکلتا ہے کہ 'خ" 'ک' کی خصوصیت ہو گی۔ دوسرے الفاظ میں، خدا جیسا ہونا خصوصیت 'خ' کا احاطہ کرتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ، خدا جیسا ہونا ایک خدا جیسی چیز کی بنیادی خصوصیت ہے۔

کلیہ سوئم ثبوت: فرض کریں کوئی چیز 'ک' خدا جیسی ہے۔ اب جیسا کہ ممکنہ وجود رکھنے والا شخص ہونے کی خصوصیت مثبت ہے، اور وہ چیزیں جو خدا جیسی ہیں انمیں تمام مثبت خصوصیات موجود ہیں، 'ک' ایک ممکنہ شخص ہے۔ مگر چیزیں وجود تب ہی رکھتی ہیں جب ان کی ہر بنیادی خصوصیت کے لئیے کوئی ایسی چیز ہو جسمیں وہ بنیادی خصوصیت موجود ہو۔ اب اگر ایسا ممکن ہے کہ کچھ خدا جیسا ہے، تب یہ بھی ممکنہ طور پر ہو سکتا ہے کہ کچھ خدا جیسا ہے۔ اب خدا جیسا ہونا اصول متعارفہ اول کے مطابق ممکن ہے۔ اب یہ ممکن ہے کہ ممکنہ طور پر ہو کہ کچھ خدا جیسا ہے۔ مگر جو کچھ بھی امکان ہے کہ ممکنہ طور پر ہو سکتا ہے لازمی طور پر ہو سکتا ہے۔ اور جو بھی ممکنہ ہے ہو سکتا ہے۔ نتیجتاً کچھ خدا جیسا ہے۔

یہاں پر میرا گوڈیل کے پروف کی چند چیزوں کی طرف توجہ مبزول کرانا چاہتا ہوں۔

تعریف اول کے مطابق مثبت خصوصیات کیا ہیں؟ اگر ان خصوصیات کی کوئی جامد تعریف نہیں ہے تو پھر ان کے بارے میں کچھ بھی ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔

اصول متعارفہ سوم کے مطابق خدا جیسا ہونا کیسے ایک مثبت خصوصیت ہے؟

اصول متعارفہ 5: ممکنہ وجود مثبت ہے۔ ممکنہ وجود مثبت کیسے ہو گیا؟

گوڈیل کے وجودیاتی مباحث کو اسکے نا تکمیل کے کلیہ سے ملا دیا جاتا ہے، جسکے باعث لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ گوڈیل نے یا پھر اینسلم نے خدا کے وجود کو ثابت کر دیا ہے۔ مگر حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے، فلسفے کی دنیا میں کسی بھی چیز کو ثابت کرنے کے لئیے اسے کچھ اصولوں کے مطابق ثابت کرنا ہوتا ہے اور اسکو اسی طرح سے جھوٹا ثابت کرنے کے لئیے بھی ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے ایسے کلیات ہیں جنکو غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا مگر وہ ہماری حقیقت کی دنیا سے میل بھی نہیں کھاتے جیسا کہ گوڈیل کا وجودیاتی مباحث ہے۔ کیونکہ اس مباحث کی تعاریف اس قدر مبہم اور تصوراتی ہیں کہ انکا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں جیسا کہ اینسلم کے مقدمہ کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپکے تصور میں کسی چیز کا موجود ہونا کبھی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ چیز حقیقت میں بھی موجود ہے۔ جل پری اگر میرے تصور میں موجود ہے تو تصور میں موجود ہے ہاں اگر حقیقت میں جل پری ہوتی تو یقیناً وہ میرے تصور کی جل پری سے برتر ہی ہوتی مگر جب موجود نہیں ہے تو پھر حقیق اور تصوراتی جل پری کی برتری اور کمتری کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ گوڈیل کے وجودیاتی مقدمے پر بہت سے فلسفہ دان متفق ہیں کہ اسکی تعاریف کا حقیقی دنیا سے کوئی تعلق نہیں یہ صرف اپنے آپ کو خدا کے وجود پر مطمعین کرنے کی ایک کوشش ہے اور جہاں خدا پر ایمان رکھنے والوں کے لئیے یہ کارآمد ہے اتنا ہی خدا پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئیے یہ بیکار ہے۔

ساری بات پڑھنے کے بعد یہ یاد رکھیں کہ فلسفہ جب تک حقیقت سے میل نہیں کھاتا اسکی حقانیت ثابت نہیں ہوتی، جہاں گوڈیل کے نا تکمیل کے مقدمہ کو ماڈل سسٹمز سے ثابت کیا گیا ہے وہیں گوڈیل کے خدا کے وجودیاتی مقدمہ کا کبھی بھی کوئی بھی ثبوت سامنے نہیں آ سکتا، کیونکہ اسکی تعاریف حقیقت سے کہیں بھی میل نہیں کھاتیں۔ مثال کے طور پر سٹرنگ تھیوری کی بات کرتا ہوں، سٹرنگ تھیوری ریاضی کی ایک ایسی تھیوری ہے جو کائنات کے رازوں کو بیان کرنے کا ایک ممکنہ طریقہ ہے، مگر جب تک اس سے متعلق کوئی ثبوت نہیں ملتا تب تک اسکی حقیقت پر سوالات ہی سوالات آتے رہیں گے۔ جب اسکا ثبوت مل جائے گا تب ہی یہ حقیقت مانی جائے گی۔ دوسری بات سائنسدان ایسا بھی کہتے ہیں شائد اسکا ثبوت کبھی بھی نہ مل سکے اس لئے اسکے مخالفیں اسکو صرف تصور کہہ کر رد بھی کر دیتے ہیں۔ اور اسکے ماننے والے دانت پیستے رہ جاتے ہیں۔

یہی حال گوڈیل کے خدا کے وجودیاتی مباحث کا ہے، کیونکہ اسکا اثبات یا نفی دونوں ہی حقیقی دنیا میں ممکن نہیں ہیں اس لئیے یہ ملحدین و منکرینِ خدا کے گلے کی ہڈی ہمشہ ہی بنا رہے گا، مگر یہ کبھی بھی خدا کے وجود کو ثابت نہیں کر سکتا۔ شائد اسی لئے گوڈیل نے پوری زندگی اسکو کسی مقالے میں شائع ہونے کے لئے پیش نہیں کیا۔ اور گوڈیل کی وفات کے بعد ہی یہ سامنے آیا۔

اس مباحث کو اکثر منکرین خدا کے منہ بند کرنے کے لئیے پیش کر دیا جاتا ہے کیونکہ جہاں گوڈیل کا نام آ جاتا ہے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ انکی سمجھ میں کچھ آنے والا نہیں ہے اور وہ منہ بند کر لیتے ہیں۔